

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا تَبْعِدُنِي

قادیانوں کا

مکمل بائیکاٹ

اسلامی عدل و انصاف کے عین مطابق ہے

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی

شعبہ نشر و اشاعت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
4514122 حضور باغ روڈ ملتان

کیا فرماتے ہیں علماء دین حسب ذیل مسئلہ میں کوئی شخص یا جماعت کسی مدعی نبوت کا ذبہ پر ایمان لانے کی وجہ سے جو باتفاق امت دائرہ اسلام سے خارج ہو اور ان کا کفر یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ اس کے علاوہ ان میں حسب ذیل وجوہ بھی موجود ہوں۔

۱..... وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہوں اور تمام عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوں۔

۲..... مسلمانوں کو جانی و مالی ہر طرح کی ایذا پہنچانے میں تامقدور کو تائید کرتے ہوں۔

۳..... ان کی مادی قوت اور مالی وسائل میں روز افزوں ترقی کا تمام تر انحصار مسلمانوں کے استحصال پر ہو۔ اور وہ سیاسی و اقتصادی وسائل پر قابض ہونے کی کوششیں کر رہے ہوں۔

۴..... ان کی سیاسی و عسکری تنظیمیں موجود ہوں۔ اور ان کی زیر زمین سرگرمیاں تمام ملت اسلامیہ کے لئے بین الاقوامی سطح پر عظیم خطرہ ہوں۔

۵..... دشمن اسلام بیرونی طاقتوں، یہودی اور مسیحی حکومتوں اور ہندوستان کی اسلام دشمن قوت سے ان کے قوی روابط ہوں۔ الغرض مسلمانوں کے لئے دینی، سیاسی، معاشی، اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے ان کا طرز عمل سنگین خطرات کا باعث ہو۔ بلکہ ان کی وجہ سے ایک اسلامی مملکت کو بغاوت و انقلاب کے خطرات تک لاحق ہوں۔

۶..... حکومت یا حکومت کی سطح پر یہ توقع نہ ہو کہ اس فتنہ سے ملک و ملت کو بچانے کی کوئی تدبیر کی جائے گی اور یہ امید نہ ہو کہ جس شرعی سزا کے وہ مستحق ہیں۔ وہ ان پر جاری ہو سکے گی۔ اندریں حالات بے بس مسلمانوں کو اس فتنہ کی روک تھام کیلئے کیا کرنا چاہئے؟۔ اور اس سلسلہ میں شرعی طور پر ان پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے؟۔

کیا ان حالات میں اس جماعت یا فرد کی بڑھتی ہوئی جارحیت پر قدغن لگانے کے لئے حسب ذیل امور کے جواز یا وجوب کی شرعاً کوئی صورت ہے کہ: الف..... امت اسلامیہ اس فرد یا جماعت کے ساتھ برادرانہ تعلقات منقطع کرے۔ ب..... ان سے سلام و کلام، میل و جول، نشست و برخاست، شادی و غمی میں شرکت نہ کی جائے۔ بلکہ معاشرتی سطح پر ان سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لیا جائے۔ ج..... ان سے تجارت، لین دین اور خرید و فروخت کی جائے یا نہیں؟۔ د..... ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں سے مال خریداجائے۔ یا ان کا مکمل اقتصادی مقاطعہ (بایکٹ) کیا جائے۔ ہ..... ان

کی تعلیم گا ہوں، ہونٹوں، ریستورانوں میں جانا جائز ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ ان سے رواداری برتی جائے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ ان کے کارخانوں اور فیکٹریوں کی مصنوعات استعمال کی جائیں یا نہیں؟۔۔۔۔۔ غرض ان سے مکمل بائیکاٹ یا مقاطعہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ کیا تمام مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ان کا بائیکاٹ کریں۔ جبکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ اصلاح موجود نہ ہو؟۔۔۔۔۔ افتونا ماجورین، المستفتی: مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کراچی

الجواب واللہ الہادی للصواب!

بلاشبہ قرآن کریم کی وحی قطعی جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ قطعہ۔ اور امت محمدیہ کے قطعی اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کافر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے اور جو شخص اس مدعی نبوت کی تصدیق کرے اور اسے مقتداء و پیشوا مانے وہ بھی کافر اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کفر اور ارتداد کے ساتھ اگر اس میں وجوہ مذکورہ فی السؤال میں سے ایک وجہ بھی موجود ہو تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ اور فقہ اسلامی کے مطابق وہ اسلامی اخوت اور اسلامی ہمدردی کا ہر گز مستحق نہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ سلام و کلام، نشست و برخاست اور لین دین وغیرہ تمام تعلقات ختم کر دیں۔ کوئی ایسا تعلق یا رابطہ اس سے قائم کرنا جس سے اس کی عزت و احترام کا پہلو نکلتا ہو۔ یا اس کو قوت و آسائش حاصل ہوتی ہو جائز نہیں۔ کفار محاربین اور اعداء اسلام سے ترک موالات کے بارے میں قرآن حکیم کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث نبویہ اور فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ واضح رہے کہ کفار محاربین جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں۔ انہیں ایذا پہنچاتے ہوں۔ اسلامی اصلاحات کو مسخ کر کے اسلام کا مذاق اڑاتے ہوں اور مار آستین بن کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے کے درپے ہوں۔ اسلام ان کے ساتھ سخت سے سخت معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ رواداری کی ان کافروں سے اجازت دی گئی ہے جو محارب اور موذی نہ ہوں۔ ورنہ کفار محاربین سے سخت معاملہ کرنے کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بسا اوقات اگر مسلمانوں سے کوئی قابل نفرت گناہ سرزد ہو جائے تو بطور تعزیر و تادیب ان کے ساتھ ترک تعلق اور سلام و کلام و نشست و برخاست ترک کرنے کا حکم شریعت منطہرہ اور سنت نبوی میں موجود ہے۔ چہ جائیکہ کفار محاربین کے ساتھ۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو اسلامی حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان فتنہ پرداز مرتدین پر ”من بدل دینہ فاقتلوه“ کی شرعی تعزیر نافذ کر کے اس فتنہ کا قلع قمع کرے اور اسلام اور ملت اسلامیہ کو اس فتنہ کی یورش سے بچائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے فتنہ پرداز موزیوں اور مرتدوں سے جو سلوک کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اور بعد کے خلفاء اور سلاطین اسلام نے بھی کبھی اس فریضہ سے غفلت اور تساہل پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لیکن اگر مسلمان حکومت اس قسم کے لوگوں کو سزا دینے میں کوتاہی کرے یا اس سے توقع نہ ہو تو خود مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ تاکہ وہ بحیثیت جماعت اس قسم کی سزا کا فیصلہ کریں جو اس کے دائرہ اختیار میں ہو۔ الغرض ارتداد، محاربت، بغاوت، شرارت، نفاق، ایذا، مسلمانوں کے ساتھ سازش، یہود و نصاریٰ و ہنود کے ساتھ ساز باز، ان سب وجوہ کے جمع ہو جانے سے بلاشبہ مذکورہ فی السوال فرد یا جماعت کے ساتھ مقاطعہ یا بائیکاٹ نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ واجب ہے۔ اگر مسلمانوں کی جماعت بہمیت اجتماعی اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مقاطعہ یا بائیکاٹ جیسے ہلکے سے اقدام سے بھی کوتاہی کرے گی تو وہ عند اللہ مسئول ہوگی۔ یہ مقاطعہ یا بائیکاٹ ظلم نہیں بلکہ اسلامی عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی محاربت اور ایذا رسانی سے محفوظ کیا جائے۔ اور ان کی اجتماعیت کو ارتداد و نفاق کے دستبرد سے بچایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود ان محاربین کے لئے بھی اس میں یہ حکمت مضمحل ہے کہ وہ اس سزایا تادیب سے متاثر ہو کر اصلاح پذیر ہوں اور کفر و نفاق کو چھوڑ کر ایمان و اسلام قبول کریں۔ اس طرح آخرت کے عذاب اور ابدی جہنم سے ان کو نجات مل جائے۔ ورنہ اگر مسلمانوں کی بہمیت اجتماعی ان کے خلاف کوئی تادیبی اقدام نہ کرے تو وہ اپنی موجودہ حالت کو مستحسن سمجھ کر اس پر مصرر ہیں گے۔ اور اس طرح ابدی عذاب کے مستحق ہوں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ پہنچ کر ابتداءً یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ کفار مکہ کے قافلوں پر حملہ کر کے ان کے اموال پر قبضہ کیا جائے۔ تاکہ مال اور ثروت سے ان کو جو طاقت اور شوکت حاصل ہے وہ ختم ہو جائے۔ جس کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں اور مختلف سازشیں کرتے ہیں۔ قتل نفس اور جہاد بالسیف کے حکم سے پہلے مقاطعہ اور دشمنوں کو اقتصادی طور پر مفلوج کرنے کی یہ تدبیر اس لئے اختیار کی گئی تھی۔ تاکہ اس سے ان کی جنگی صلاحیت ختم ہو جائے اور وہ اسلام کے مقابلہ میں آ کر کفر کی موت نہ مریں۔ گویا اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ ان کے اموال پر قبضہ کر کے ان کی جانوں کو بچایا جائے۔ کیونکہ اموال پر قبضہ ان کی جان لینے سے زیادہ بہتر تھا۔

علاوہ ازیں اس تدبیر میں یہ حکمت و مصلحت بھی تھی کہ کفار مکہ کے لئے غور و فکر کا ایک اور موقع فراہم کیا جائے۔ تاکہ وہ ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو کر ابدی نعمتوں کے مستحق بن سکیں اور عذاب اخروی سے نجات پاسکیں۔ لیکن جب اس تدبیر سے کفار و مشرکین کے عناد کی اصلاح نہ ہوئی تو ان کے شر و فساد سے زمین کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاد بالسیف کا حکم بھیج دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے

قریش کے تجارتی قافلہ کے بجائے ان کی عسکری تنظیم سے مسلمانوں کا مقابلہ کرادیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ابتدائی تدبیر سے امت مسلمہ کو یہ ہدایت ضرور ملتی ہے کہ خاص قسم کے حالات میں جہاد بالسیف پر عمل نہ ہو سکے تو اس سے اقل درجہ کا اقدام یہ ہے کہ کفار محاربین سے نہ صرف اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔ بلکہ ان کے اموال پر قبضہ تک کیا جاسکتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ عام مسلمان نہ تو جہاد بالسیف پر قادر ہیں نہ انہیں اموال پر قبضہ کی اجازت ہے۔ اندریں صورت ان کے اختیار میں جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ ان موذی کافروں سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر کے ان کو معاشرہ سے جدا کر دیا جائے۔ بدن انسانی کا جو حصہ اس درجہ سڑگل جائے کہ اس کی وجہ سے تمام بدن کو نقصان کا خطرہ لاحق ہو اور جان خطرہ میں ہو تو اس ناسور کو جسم سے پیوستہ رکھنا دانش مندی نہیں۔ بلکہ اسے کاٹ دینا ہی عین مصلحت و حکمت ہے۔ تمام عقلاء اور حکماء و اطباء کا اسی پر عمل و اتفاق ہے اور پھر جب یہ موذی کفار مسلمانوں کا خون چوس چوس کر پل رہے ہوں اور طاقتور بن کر مسلمانوں ہی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہوں تو ان سے خرید و فروخت اور لین دین میں مکمل مقاطعہ کرنا اسلام اور ملت اسلامیہ کے وجود و بقاء کے لئے ایک ناگزیر ملی فریضہ بن جاتا ہے۔ آج بھی اس متمدن دنیا میں مقاطعہ یا اقتصادی ناکہ بندی کو ایک اہم دفاعی مورچہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے لئے یہ کوئی سیاسی حربہ نہیں۔ بلکہ اسوہ نبی، سنت رسول اور ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے۔ اسلام کی غیرت ایک لمحہ کے لئے یہ برداشت نہیں کرتی کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے دشمنوں سے کسی نوعیت کا کوئی تعلق اور رابطہ باقی رکھا جائے۔

اب ہم آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور فقہاء امت اسلامیہ کے وہ نقول پیش کرتے ہیں جن سے اس مقاطعہ کا حکم واضح ہوتا ہے۔

..... ۱ ”واذا سمعتم آیات اللہ یکفر بها ویستہزاء بها فلا تقعدوا معهم ۰ نساء ۱۳۹“ ”اور جب سنو تم کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نشست و برخاست ترک کر دو“

..... ۲ ”واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم ۰ انعام ۱۸“ ”اور جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو مذاق اڑاتے ہیں ہماری آیتوں کا تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔“ اس آیت کے ذیل میں حافظ الحدیث امام ابو بکر الجصاص الرازی لکھتے ہیں کہ: ”وہذا یدل علی ان علینا ترک مجالسة الملحدین وسائر الکفار لایظہارہم الکفر والشک ومالا یجوز علی اللہ تعالیٰ اذا لم یکن انکارہ.....“ ”یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہم (مسلمانوں) پر ضروری ہے کہ ملاحدہ اور سارے کافروں سے ان کے کفر و شرکت اور اللہ تعالیٰ پر

تاجازباتیں کہنے کی روک نہ کر سکیں تو ان کے ساتھ نشست و برخاست ترک کر دیں۔“

۳..... ”یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء .

مائدہ ۵۱“ ”اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ۔“ امام ابو بکر الجصاصؒ لکھتے ہیں کہ: ”وفی هذه الآیة دلالة علی ان الکافر لا یكون ولیا للمسلمین لا فی التصرف ولا فی النصرة . وتدل علی وجوب البرأة عن الکفار والعداوة بهم . لان الولاية ضد العداوة فاذا امرنا بمعادات الیہود والنصارى لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلة کفرهم والکفر ملة واحدة . احکام القرآن ۲/ ۴۴۴“ ”اس آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ کافر مسلمانوں کا ولی (دوست) نہیں ہو سکتا۔ نہ تو معاملات میں اور نہ امداد و تعاون میں۔ اور اس سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ کافروں سے برأت اختیار کرنا اور ان سے عداوت رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ ولایت عداوت کی ضد ہے اور جب ہم کو یہود و نصاریٰ سے ان کے کفر کی وجہ سے عداوت رکھنے کا حکم ہے۔ دوسرے کافر بھی انہی کے حکم میں ہیں سارے کافر ایک ہی ملت ہیں۔“

۴..... سورة ممتحنه کا موضوع ہی کفار سے قطع تعلق کی تاکید ہے۔ اس سورۃ میں

بہت سختی کے ساتھ کفار کی دوستی اور تعلق سے ممانعت کی گئی ہے۔ اگرچہ رشتہ دار قرابت دار ہوں اور فرمایا کہ قیامت کے دن تمہارے یہ رشتے کام نہیں آئیں گے۔ اور یہ کہ جو لوگ آئندہ کفار سے دوستی اور تعلق رکھیں گے وہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے اور ظالم شمار ہوں گے۔

۵..... ”لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ

ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتہم . مجادلہ ۲۲“ ”تم نہ پاؤ گے کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں۔ اللہ پر اور آخرت پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ خواہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں یا خاندان والے ہوں۔“

آگے چل کر اس آیت کریمہ میں ان مسلمانوں کو جو باوجود قرابت داری کے محارب کافروں سے دوستانہ تعلقات ختم کر دیتے ہیں۔ سچا مومن کہا گیا ہے۔ انہیں جنت اور رضوان الہی کی بشارت سنادی گئی ہے اور ان کو ”حزب اللہ“ کے لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھنا کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا۔ بطور مثال ان چند آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ورنہ بے شمار آیات کریمہ اس مضمون کی موجود ہیں۔ اب چند احادیث نبویہ ﷺ ملاحظہ ہوں:

۱..... جامع ترمذی کی ایک حدیث میں سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کہ: ”حکم دیا گیا

ہے کہ مشرکوں اور کافروں کے ساتھ ایک جگہ سکونت بھی اختیار نہ کریں۔ ورنہ مسلمان بھی کافروں جیسے

ہوں گے۔ (باب فی کراہیہ المقام بین اظہر المشرکین ج ۱ ص ۱۹۴)

.....۲ نیز ترمذی کی ایک حدیث میں جو جریر بن عبداللہ الجلی سے مروی ہے رسول

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "انا وبری من کل مسلم یقیم بین اظہر المشرکین" یعنی

آپ ﷺ نے اظہار برأت فرمایا ہر اس مسلمان سے جو محارب کافروں میں سکونت پذیر ہو۔" (حوالہ مذکور)

.....۳ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں قبیلہ عسکل اور عرنیہ کے آٹھ نواشخاص کا ذکر ہے

جو مرتد ہو گئے تھے۔ ان کے گرفتار ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ

دیئے جائیں اور ان کی آنکھوں میں گرم کر کے لوہے کی کیلیں پھیر دی جائیں اور ان کو مدینہ طیبہ کے

کالے کالے پتھروں پر ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ لوگ پانی مانگتے تھے۔ لیکن پانی نہیں دیا

جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں: "یستسقون فلا یسقون" اور ایک روایت میں یہ

الفاظ ہیں کہ: "حتی ان احدہم یکدم بفیہ الارض" "وہ پیاس کے مارے زمین چاٹتے

تھے۔ مگر انہیں پانی دینے کی اجازت نہ تھی۔"

امام نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: "ان المحارب المرتد لحرمة له

فی سقی الماء ولا غیرہ ۰ ویدل علیہ ان من لیس معہ ماء الا للطہارة لیس له ان

یسقیہ المرتد ویتیم بل یتعملہ ولومات المرتد عطشا ۰ فتح الباری ۱/۳۹۳"

"اس سے یہ معلوم ہوا کہ محارب مرتد کا پانی وغیرہ پلانے میں کوئی احترام نہیں۔ چنانچہ جس شخص کے پاس

صرف وضو کے لئے پانی ہو تو اس کو اجازت نہیں ہے کہ پانی مرتد کو پلا کر تیمم کرے۔ بلکہ اس کے لئے حکم

ہے کہ پانی مرتد کو نہ پلائے۔ اگرچہ وہ پیاس سے مر جائے۔ بلکہ وضو کر کے نماز پڑھے۔"

.....۴ غزوہ تبوک میں تین کبار صحابہ، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، واقفی بدری اور

مرارہ بن ربیع، بدری عمریؒ کو غزوہ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے سخت سزا دی گئی۔ آسمانی فیصلہ ہوا کہ ان

تینوں سے تعلقات ختم کر لئے جائیں۔ ان سے مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ کوئی شخص ان سے سلام وکلام نہ

کرے۔ حتیٰ کہ ان کی بیویوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کے لئے کھانا بھی

نہ پکائیں۔ یہ حضرات روتے روتے نڈھال ہو گئے اور حق تعالیٰ کی وسیع زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ وحی

قرآنی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: "وعلى الثلاثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم

الارض بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا

الیہ ۰ توبہ ۱۱۸" "اور ان تینوں پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں

تک زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ

لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ بجز اسی کی طرف۔“ پورے پچاس دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ توبہ قبول فرمائی اور معافی ہو گئی۔

قاضی ابوبکر بن العربیؒ لکھتے ہیں کہ: ”وفیہ دلیل علی ان للامام ان یعاقب المذنب بتحريم كلامه علی الناس ادباً له وعلی تحريم اهله علیه . احکام القرآن لابن العربی ۱۱۴۳“ ”اس قصہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ امام کو حق حاصل ہے کہ کسی گنہگار کی تادیب کے لئے لوگوں کو اس سے بول چال کی ممانعت کر دے۔ اور اس کی بیوی کو بھی اس کے لئے ممنوع ٹھہرا دے۔“

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: ”وفیہ ترك السلام علی من اذنب وجواز هجره اكثر من ثلاث .“ ”اس سے ثابت ہوا کہ گنہگار کو سلام نہ کیا جائے اور یہ کہ اس سے قطع تعلق تین روز سے زیادہ بھی جائز ہے۔“ بہر حال کعب بن مالک اور ان کے رفقاء کا یہ واقعہ قرآن کریم کی سورۃ توبہ میں مذکور ہے اور اس کی تفصیل صحیح بخاری، صحیح مسلم اور تمام صحاح ستہ میں موجود ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں کتاب السنۃ کے عنوان کے تحت متعدد ابواب قائم کئے ہیں! الف:.....باب مجانبۃ اهل الاهواء وبغضهم! اهل اهواء باطل پرستوں سے کنارہ کشی کرنے اور بغض رکھنے کا بیان۔ ب:.....باب ترك السلام علی اهل الاهواء! (اهل اهواء سے ترک سلام وکلام کا بیان)

سنن ابی داؤد میں حدیث ہے کہ عمارؓ بن یاسر نے ”خلوق“ (زعفران) لگایا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ غور فرمائیے کہ معمولی خلاف سنت بات پر جب یہ سزا دی گئی تو ایک مرتد موذی اور کافر محارب سے بات چیت سلام وکلام اور لین دین کی اجازت کب ہو سکتی ہے؟۔

امام خطابیؒ حدیث کعب میں تصریح فرماتے ہیں کہ: ”مسلمانوں کے ساتھ بھی ترک تعلق اگر دین کی وجہ سے ہو تو بلا قید ایام کیا جاسکتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کریں۔“ (معالم السنن ج ۳ ص ۲۹۶)

۵..... مسند احمد و سنن ابی داؤد میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”القدرية مجوس هذه الامة، ان مرضوا فلا تعودوهم، وان ماتوا فلا تشهدوهم“ ”تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوسی ہیں۔ اگر بیمار ہوں تو عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ۔“

۶..... ایک اور حدیث میں ہے کہ: ”لا تجالسوا اهل القدر ولا تفتحوهم“ ”منکرین تقدیر کے ساتھ نہ نشست و برخاست رکھو اور نہ ان سے گفتگو کرو۔“

بہر حال یہ تو حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہیں۔ عہد نبوت کے بعد عہد خلافت راشدہ میں بھی اسی طرز عمل کا ثبوت ملتا ہے۔ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ صدیق اکبرؓ کا اعلان جہاد کرنا بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ مسیلمہ کذاب، اسود غنسی، طلحہ اسدنی اور ان کے پیروؤں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا۔ اس سے حدیث و سیر کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے۔ عہد فاروقی میں ایک شخص صبیح عراقی قرآن کریم کی آیات کے ایسے معانی بیان کرنے لگا جن میں ہواء نفس کو دخل تھا۔ اور ان سے مسلمانوں کے عقائد میں تشکیک کا راستہ کھلتا تھا۔ یہ شخص فوج میں تھا جب عراق سے مصر گیا اور حضرت عمرو بن عاصؓ گورنر مصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس مدینہ بھیجا اور صورت حال لکھی۔ حضرت عمرؓ نے نہ اس کا موقف سنا نہ دلائل۔ اس سے بحث و مباحثہ میں وقت ضائع کئے بغیر اس کا ”علاج بالجرید“ ضروری سمجھا۔ فوراً کھجور کی تازہ ترین شاخیں منگوائیں اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر بے تحاشہ مارنے لگے اتنا مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہ چیخ اٹھا کہ: ”اے امیر المؤمنین آپ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو مہربانی کیجئے۔ تلوار لے کر میرا قصہ پاک کر دیجئے اور اگر صرف میرے دماغ کا خناس نکالنا مقصود ہے تو آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اب وہ بھوت نکل چکا ہے۔“ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور چند دن مدینہ رکھ کر واپس عراق بھیج دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ: ”ان لا یجالسہ احد من المسلمین“ ”کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے۔“ اس مقاطعہ سے اس شخص پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اس کی حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔

..... سنن کبریٰ الہیثمی ج ۹ ص ۸۵ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ: ”امرئنی رسول اللہ ﷺ ان اغور ماء آبار بدر“ ”جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ بدر کے کنوؤں کا پانی خشک کر دوں۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ: ”ان یغور المیاء کلھا غیر ماء واحد تلقی القوم علیہ“ ”سوائے ایک کنوئیں کے جو بوقت جنگ ہمارے کام آئے گا باقی سب کنوئیں خشک کر دیئے جائیں۔“

..... ۸ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ میں ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے پاس چند بدین زندیق لائے گئے تو آپ نے انہیں آگ میں جلادیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: ”اگر میں ہوتا تو انہیں جلاتا نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سزا مت دو۔ بلکہ میں انہیں قتل کرتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”من بدل دینہ فاقتلوه“ ”جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔“

.....۹ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳ میں صعب بن جثامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: ”رات کی تاریکی میں مشرکین پر حملہ ہوتا ہے تو عورتیں اور بچے بھی زد میں آجاتے ہیں فرمایا وہ بھی انہی میں شامل ہیں۔“ اب فقہ کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

.....۱ علامہ دردی رمالیؒ شرح کبیر میں باغیوں کے احکام میں لکھتے ہیں کہ: ”وقطع الميرة والماء عنهم الا ان يكون فيهم نسوة ووزاري ۲۹۹۴“ ”ان کا کھانا پانی بند کر دیا جائے۔ الا یہ کہ ان میں عورتیں اور بچے ہوں۔“

.....۲ کوئی قاتل اگر حرم مکہ میں پناہ گزین ہو جائے۔ اس سلسلہ میں ابو بکر الجصاصؒ لکھتے ہیں کہ: ”قال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد . اذا قتل في غير الحرم ثم دخل الحرم لم يقتل منه مادام فيه ولكنه لا يبيع ولا يواكل الى ان يخرج من الحرم . احكام القرآن ۲۱۰۲“ ”امام ابو حنيفة، ابو يوسف، محمد، زفر اور حسن بن زياد کا قول ہے کہ جب کوئی حرم سے باہر قتل کر کے حرم میں داخل ہو تو جب تک حرم میں ہے اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ مگر نہ اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی جائے۔ نہ اس کو کھانا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حرم سے نکلنے پر مجبور ہو جائے۔“

.....۳ در مختار میں ہے کہ: ”وافتي الناصحي بوجوب قتل كل موز وفي شرح الوهبانية ويكون بالنفي عن البلد وبال هجوم على بيت المفسدين بالاخراج عن الدار وبهدمها“ ”ناصحی نے فتویٰ دیا ہے کہ ہر موزی کا قتل واجب ہے اور ”شرح و ہبانیہ“ میں ہے کہ تعزیریوں بھی ہو سکتی ہے کہ شہر بدر کر دیا جائے اور ان کے مکان کا گھیراؤ کیا جائے۔ انہیں مکان سے نکال باہر کیا جائے اور مکان ڈھا دیا جائے۔“

.....۴ ابن عابدین الشامی در مختار ج ۳ ص ۲۷۲ میں لکھتے ہیں کہ: ”قال في احكام السياسة وفي المنقوى“ و اذا سمع في داره صوت المزامير فادخل عليه لانه لما اسمع الصوت فقد اسقط حرمة الدار . وفي حدود ”البزازية“ وغضب ”النهاية“ وجناية الدراية“ ذكر صدر الشهيد عن اصحابنا انه يهدم البيت على من اعتاد الفسوق وانواع الفساد في داره حتى لا باس بالهجوم على بيت المفسدين وهجم عمرؓ على نائحة في منزلها وضربها بالدرة حتى سقط خمارها . فقيل له فيه فقال لا حرمة لها بعد اشتغالها بالمحرم والتحقت بالامام..... وعن عمرؓ انه احرق بيت الخمار وعن الصغار الزاهد الامر بتخريب دار الفاسق“ ”احکام سیاستہ میں

”المنتقى“ سے نقل کیا ہے کہ جب کسی کے گھر سے گانے بجانے کی آواز سنائی دے تو اس میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ جب اس نے یہ آواز سنائی تو اپنے گھر کی حرمت کو خود ساقط کر دیا ہے اور بزاز یہ کے کتاب الحدود و نہایہ کے باب الغصب اور درایہ کے کتاب الجنایات میں لکھا ہے کہ صدر الشہید نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ جو شخص فسق و بدکاری اور مختلف قسم کے فساد کا عادی ہو ایسے شخص پر اس کا مکان گرا دیا جائے۔ حتیٰ کہ مفسدوں کے گھر میں گھس جانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ حضرت عمرؓ ایک نوحہ گر عورت کے گھر میں گھس آئے اور اس کے ایسا دروازہ تھا کہ اس کے سر سے چادر اتر گئی اور اپنے طرز عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حرام میں مشغول ہونے کے بعد اس کی کوئی حرمت نہیں رہی اور یہ لوٹ پیوں کی صف میں شامل ہو گئی۔ حضرت عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شرابی کے مکان کو آگ لگا دی تھی۔ سفارز اہد کہتے ہیں کہ فاسق کا مکان گرا دینے کا حکم ہے۔“

..... ۵ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۰۷ باب التعزیر میں لکھتے ہیں کہ:

”وهذا تنصيص على ان الضرب تعزير يملكه الانسان وان لم يكن محتسبا وصرح في ”المنتقى“ بذلك“ ”اور یہ کہ اس امر کی تصریح ہے کہ مارنا ایسی تعزیر ہے جس کا انسان اختیار رکھتا ہے خواہ محاسب نہ ہو“ المنتقى“ میں اس کی تصریح کی گئی۔“ یاد رہے کہ اس قسم کے مقاطعہ کا تعلق درحقیقت بغض فی اللہ سے ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے احب الاعمال الی اللہ! فرمایا ہے (کما فی روایت ابی ذرؓ فی کتاب السنة عند ابی داؤد)

بغض فی اللہ کے ذیل میں امام غزالیؒ احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۶۷ میں بطور کلیہ لکھتے ہیں کہ:

”الاول . الکافر . فالکافران کان محارباً فهو يستحق القتل والارقاق . وليس بعد هذين اهانة . الثاني المبتدع الذي يدعو الى بدعته فان كانت البدعة بحيث يكفر بها فامرہ اشد من الذي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد ذمة . وان كان ممن لا يكفر به فامرہ بينه وبين الله اخف من امر الكافر لا محالة . ولكن الانكار عليه اشد منه على الكافر . لان شر الكافر غير متعد فان المسلمين اعقتدوا كفره فلا يلتفتون الى قوله الخ“ ”اول! کافر، پس کافر اگر حربی ہو تو اس بات کا مستحق ہے کہ قتل کیا جائے یا غلام بنا لیا جائے اور یہ ذلت و اہانت کی آخری حد ہے۔ دوم! صاحب بدعت جو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہے۔ پس اگر بدعت حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو تو اس کی حالت کافر ذمی سے بھی سخت تر ہے۔ کیونکہ نہ اس سے جزیہ لیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو ذمی کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ اور اگر بدعت ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا جائے تو عند اللہ تو اس کا معاملہ کافر سے لامحالہ اخف (ہلکا) ہے۔ مگر کافر

کی بہ نسبت اس پر تکمیر زیادہ کی جائے گی۔ کیونکہ کافر کا شر متعدد ہی نہیں۔ اس لئے کہ مسلمان کافر کو ٹھیک کافر سمجھتے ہیں۔ لہذا اس کے قول کو لائق التفات ہی نہیں سمجھیں گے..... الخ۔“ رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۸ میں قرامطہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”نقل عن المذاهب الاربعة انه لا يحل اقرارهم في ديار الاسلام بجزية ولا غيرها . ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم والحاصل انهم يصدق عليهم اسم الزنديق والمنافق والملحد . ولا يخفى ان اقرارهم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لا يجعلهم في حكم المرتد لعدم التصديق ولا يصح اسلام احدهم ظاهراً الا بشرط التبري عن جميع ما يخالف دين الاسلام . لانهم يدعون الاسلام ويقرؤن بالشهادتين وبعد الظفر بهم لا تقبل توبتهم اصلاً الخ“ ”مذاهب اربعة سے منقول ہے کہ انہیں اسلامی ممالک میں ٹھہرانا جائز نہیں۔ نہ جزیہ لے کر نہ بغیر جزیہ کے۔ نہ ان سے شادی بیاہ جائز ہے۔ نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہے..... حاصل یہ ہے کہ ان پر زندقہ منافی اور ملحد کا مفہوم پوری طرح صادق آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس خبیث عقیدہ کے باوجود ان کا کلمہ پڑھنا انہیں مرتد کا حکم نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ تصدیق نہیں رکھتے اور ان کا ظاہری اسلام غیر معتبر ہے۔ جب تک کہ ان تمام امور سے جو دین اسلام کے خلاف ہیں۔ برأت کا اظہار نہ کریں۔ کیونکہ وہ اسلام کا دعویٰ اور شہادتین کا اقرار تو پہلے سے کرتے ہیں (مگر اس کے باوجود کچے بے ایمان اور کافر ہیں) اور ایسے لوگ گرفت میں آجائیں تو ان کی توبہ اصلاً قابل قبول نہیں۔“

فقہ حنفی کی معتبر کتاب معین الحکام بسلسلہ تعزیر ایک مستقل فصل میں لکھا ہے کہ: ”والتعزیر لا يختص بفعل معين ولا قول معين . فقد عزر رسول الله ﷺ الهجر وذاك في حق الثلاثة الذين ذكرهم الله تعالى في القرآن العظيم فهجروا خمسين يوماً . لا يكلمهم احد . وقصتهم مشهورة في الصحاح ، وعزر رسول الله ﷺ بالنفي فامر باخراج المخنثين بالمدينة ونفاهم . وكذلك الصحابة من بعده . ونذكر من ذلك بعض ماوردت به السنة مما قال ببعضه اصحابنا . وبعضه خارج المذهب . فمنها امر عمرؓ بهجر صبيغ الذي كان يسئال عن الذاريات وغيرها . ويامر الناس بالتفقه في المشكلات من القرآن فضربه ضرباً وجيعاً ونفاه الى البصرة او الكوفة وامر بهجره . فكان لا يكلمه احد حتى تاب وكتب عامل البلدان عمر بن الخطاب يخبره بتوبته فاذن للناس في كلامه . ومنها ان عمرؓ حلق راس نصير بن الحجاج ونفاه من المدينة لما شبهت النساء به في الاشعار وخشى الفتنة .“

ومنها ما فعله عليه الصلوة والسلام بالعربيين . ومنها ان ابا بكر استشار الصحابة في رجل ينكح كما تنكح المرأة . فاشاروا بحرقه بالنار فكتب ابو بكر بذلك الى خالد بن الوليد . ثم حرقهم عبدالله بن الزبير في خلافته . ثم حرق هشام بن عبدالملك . ومنها ان ابا بكر حرق جماعة من الردة . ومنها امره عليه السلام بكسر دنان الخمر وشق ظروفها . ومنها امره عليه السلام يوم خيبر بكسر القدور التي طبع فيها لحم الحمر الاهلية . ثم استاذنوه في غسلها . فاذن لهم فدل على جواز الامرين لان العقوبة بالكسر لم تكن واجبة . ومنها تحريق عمر المكان الذي يباع فيه الخمر . ومنها تحريق عمر قصر سعد بن ابي وقاص لما احتجب فيه عن الرعية وصار يحكم في داره . ومنها مصادرة عمر عماله باخذ شطر اموالهم وقسمتها بينهم وبين المسلمين . ومنها انه ضرب الذي زور على نقش خاتمه واخذ شيئاً من بيت المال مائة . ثم ضربه في اليوم الثاني مائة ثم ضربه في اليوم الثالث مائة . وبه آخذ مالك لان مذهبه التعزير يزداد على الحد . ومنها ان عمر لما وجد مع السائل من الطعام فوق كفايته وهو يسئال . اخذ ما معه واطعمه ابل الصدقة . وغير ذلك مما يكثر تعداده وهذه قضايا صحيحة مغروفة..... الخ (ج ٣ ص ٧٥) وفي شرح الكبير ج ٣ ص ٧٥ ولا باس بان بيع المسلمون من المشركين من الطعام والثياب وغير ذلك الا السلاح والكراع والسبي . سواء دخلوا اليهم بامان او بغير امان . لانهم يتقون بذلك على قتال المسلمين ولا يحل للمسلمين اكتساب سبب تقويتهم على قتال المسلمين . وهذا المعنى لا يوجد في سائر الامتعة ثم هذا الحكم اذا لم يحاصروا حصناً من حصونهم فلا ينبغي لهم ان يبيعوا من اهل الحصن طعاماً ولا شراباً ولا سبباً يقويهم على المقام . لانهم ان ما خاصروهم لينفذ طعامهم وشرابهم . حتى يعطوا بايديهم ويخرجوا على حكم الله . ففي بيع الطعام وغيره منهم اكتساب سبب تقويتهم على المقام في حصنهم . بخلاف ما سبق فان اهل الحرب في دارهم يتمكنون من اكتساب ما يتقون به على المقام لا بطريق الشراء من المسلمين . واما اهل الحصن لا يتمكنون ذلك بعد ما احاط المسلمون بهم فلا يحل لاحد من المسلمين ان يبيعهم شيئاً من ذلك . فمن فعله فعلم به الامام اذبه على ذلك لا رتكابه مالا يحل

”اور تعزیر کسی معین فعل یا معین قول کے ساتھ مختص نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان تین حضرات کو (جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور) جن کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ذکر فرمایا ہے۔ مقاطعہ کی سزا دی تھی۔ چنانچہ پچاس دن تک ان سے مقاطعہ رہا۔ کوئی شخص ان سے بات تک نہیں کر سکتا تھا۔ ان کا مشہور قصہ صحاح ستہ میں موجود ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے جلاوطنی کی سزا بھی دی۔ چنانچہ مثنیٰ کو مدینہ سے نکالنے کا حکم دیا اور انہیں شہر بدر کر دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی مختلف تعزیرات جاری کیں۔ ہم ان میں سے بعض کو جو احادیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔ یہاں ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے ہمارے اصحاب قائل ہیں اور بعض پر دیگر ائمہ نے عمل کیا۔ حضرت عمرؓ نے صبیح نامی ایک شخص کو مقاطعہ کی سزا دی یہ شخص ”الذاریات“ وغیرہ کی تفسیر پوچھا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو فہمائش کیا کرتا تھا کہ وہ مشکلات قرآن میں تفقہ پیدا کریں۔ حضرت عمرؓ نے اس کی سخت پٹائی کی۔ اور اسے بصرہ یا کوفہ جلاوطن کر دیا اور اس سے مقاطعہ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ کوئی شخص اس سے بات تک نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تائب ہو اور وہاں کے گورنر نے حضرت عمرؓ کو اس کے تائب ہونے کی خبر لکھ بھیجی۔ تب آپ نے لوگوں کو اجازت دی کہ اس سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نصیر بن حجاج کا سر منڈوا کر اسے مدینہ سے نکال دیا تھا جب کہ عورتوں نے اشعار میں اس کی تشبیہ شروع کر دی تھی اور فتنہ کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے قبیلہ عنزیہ کے افراد کو جو سزا دی (اس کا قصہ صحاح میں موجود ہے) حضرت ابو بکرؓ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو بد فعلی کرانا تھا صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم لکھ بھیجا۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ہشام بن عبدالملکؓ نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں اس قماش کے لوگوں کو آگ میں ڈالا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کی ایک جماعت کو آگ میں جلایا۔ آنحضرت ﷺ نے شراب کے مٹکے توڑنے اور اس کے مشکیزے پھاڑ دینے کا حکم فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے دن ان ہانڈیوں کو توڑنے کا حکم فرمایا جن میں گدھوں کا گوشت پکایا گیا تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ انہیں دھو کر استعمال کر لیا جائے تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔ یہ واقعہ دونوں باتوں کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ہانڈیوں کو توڑ ڈالنے کی سزا واجب نہیں تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس مکان کو جلا دینے کا حکم فرمایا جس میں شراب کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جب رعیت سے الگ تھلگ اپنے گھر ہی میں فیصلہ کرنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کا مکان جلا ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کے مال کا ایک حصہ ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی مہر پر جعلی مہر بنوائی تھی اور بیت المال سے کوئی چیز لے لی تھی۔ حضرت عمرؓ نے

اس کے سو درے لگائے۔ دوسرے دن پھر سو درے لگائے اور تیسرے دن بھی سو درے لگائے۔ امام مالکؒ نے اسی کو لیا ہے۔ چنانچہ ان کا مسلک ہے کہ تعزیر مقدار ”حد“ سے زائد بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب ایک سائل ایسا دیکھا جس کے پاس قدر کفایت سے زائد غلہ موجود تھا چھین کر صدقہ کے اونٹوں کو کھلا دیا۔ ان کے علاوہ اس نوعیت کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور صحیح اور معروف فیصلے ہیں۔“

اور شرح سیر کبیر ج ۳ ص ۵۷ میں ہے کہ: ”اور کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلمان کافروں کے ہاتھ غلہ اور کپڑا وغیرہ فروخت کریں۔ مگر جنگی سامان اور گھوڑے اور قیدی فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔ خواہ وہ امن لے کر ان کے پاس آئے ہوں یا بغیر امن کے۔ کیونکہ ان چیزوں کے ذریعہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کو جنگی قوت حاصل ہوگی۔ اور مسلمانوں کے لئے ایسی کوئی چیز حلال نہیں جو مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو تقویت پہنچانے کا سبب بنے اور یہ علت دیگر سامان میں نہیں پائی جاتی۔ پھر یہ حکم جب ہے جب کہ مسلمانوں نے ان کے کسی قلعہ کا محاصرہ نہ کیا ہوا ہو۔ لیکن جب انہوں نے ان کے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہو تو ان کے لئے مناسب نہیں کہ اہل قلعہ کے ہاتھ غلہ یا پانی یا کوئی ایسی چیز فروخت کریں جو ان کے قلعہ بند رہنے میں مدد و معاون ثابت ہو۔ کیونکہ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ اسی لئے تو کیا ہے کہ ان کا رسد اور پانی ختم ہو جائے۔ اور وہ اپنے کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر باہر نکل آئیں۔ پس ان کے ہاتھ غلہ وغیرہ بیچنا۔ ان کے قلعہ بند رہنے میں تقویت کا موجب ہوگا۔ بخلاف گزشتہ بالا صورت کے کیونکہ اہل حرب اپنے ملک میں ایسی چیزیں حاصل کر سکتے ہیں جن کے ذریعہ وہاں قیام پذیر رہ سکیں۔ انہیں مسلمانوں سے خریدنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کافر کہ قلعہ بند ہوں۔ اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہو وہ مسلمانوں کے کسی فرد سے ضروریات زندگی نہیں خرید سکتے۔ لہذا کسی بھی مسلمان کو حلال نہیں کہ ان کے ہاتھ کسی قسم کی کوئی چیز فروخت کرے۔ جو شخص ایسی حرکت کرے اور امام کو اس کا علم ہو جائے تو امام اسے تادیب اور سزائیں کرے۔ کیونکہ اس نے غیر حلال فعل کا ارتکاب کیا ہے۔“

مذکورہ بالا نصوص اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے حسب ذیل اصول و نتائج منقح ہو کر سامنے آجاتے ہیں:

۱..... کفار محاربین سے دوستانہ تعلقات ناجائز اور حرام ہیں جو شخص ان سے ایسے روابط رکھے۔ وہ گمراہ اور ظالم اور مستحق عذاب الیم ہے۔

۲..... جو کافر مسلمانوں کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات نشست و برخاست وغیرہ بھی حرام ہے۔

- ۳..... جو کافر مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں ان کے محلے میں ان کے ساتھ رہنا بھی ناجائز ہے۔
- ۴..... مرتد کو سخت سے سخت سزا دینا ضروری ہے۔ اس کی کوئی انسانی حرمت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر پیاس سے جان بلب ہو کر تڑپ رہا ہو تب بھی اسے پانی نہ پلایا جائے۔
- ۵..... جو کافر مرتد اور باغی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوں۔ ان سے خرید و فروخت اور لین دین ناجائز ہے۔ جبکہ اس سے ان کو تقویت حاصل ہوتی ہو۔ بلکہ ان کی اقتصادی تباہی بند کر کے ان کی جارحانہ قوت کو مفلوج کر دینا واجب ہے۔
- ۶..... مفسدوں سے اقتصادی مقاطعہ کرنا ظلم نہیں۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کا اہم ترین حکم اور اسوۂ رسول ﷺ ہے۔

- ۷..... اقتصادی اور معاشرتی مقاطعہ کے علاوہ مرتدوں، موزیوں اور مفسدوں کو یہ سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں۔ قتل کرنا، شہر بدر کرنا، ان کے گھروں کو ویران کرنا، ان پر ہجوم کرنا وغیرہ۔
- ۸..... اگر محارب کافروں اور مفسدوں کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ان کی عورتیں اور بچے بھی جمعاً اس کی زد میں آجائیں تو اس کی پروا نہیں کی جائے گی۔ ہاں! اصالتہ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانا ناجائز نہیں۔

- ۹..... ان لوگوں کے خلاف مذکورہ بالا اقدامات کرنا دراصل اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ لیکن اگر حکومت اس میں کوتاہی کرے تو خود مسلمان بھی ایسے اقدامات کر سکتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار کے اندر ہوں۔ مگر انہیں کسی ایسے اقدام کی اجازت نہیں۔ جس سے ملکی امن میں خلل و فساد کا اندیشہ ہو۔
- ۱۰..... مکمل مقاطعہ صرف کافروں اور مفسدوں سے ہی جائز نہیں۔ بلکہ کسی سنگین نوعیت کے معاملہ میں ایک مسلمان کو بھی یہ سزا دی جاسکتی ہے۔

- ۱۱..... زندیق اور طحہ جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو مگر اندرونی طور پر خبیث عقائد رکھتا ہو اور غلط تاویلات کے ذریعہ اسلامی نصوص کو اپنے عقائد خبیثہ پر چسپاں کرتا ہو۔ اس کی حالت کافر اور مرتد سے بھی بدتر ہے کہ کافر اور مرتد کی توبہ بالاتفاق قابل قبول ہے۔ مگر بقول شامی زندیق کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کلمہ۔ نہ اس کی توبہ قابل التفات ہے۔ لہذا یہ کہ وہ اپنے تمام عقائد خبیثہ سے برأت کا اعلان کرے۔ ان اصول کی روشنی میں زیر بحث فرد یا جماعت کی حیثیت اور ان سے اقتصادی و معاشی، اور معاشرتی و سیاسی مقاطعہ یا کھل سوشل بائیکاٹ کا شرعی حکم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ: ولی حسن ٹونکی غفر اللہ لہ

دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی